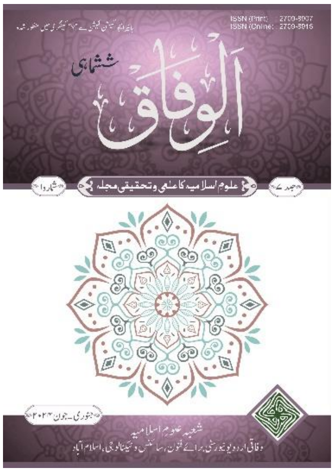

Al-Wifaq Research Journal of Islamic Studies
Volume 7, Issue 1 (January - June 2024)
eISSN: 2709-8915, pISSN: 2709-8907
Journal DOI: https://doi.org/10.55603/alwifaq
Issue Doi: https://doi.org/10.55603/alwifaq.v7i1
Home Page: https://alwifaqjournal.com/
Journal QR Code:

Article

رچرڈ اے گبرئیل کی کتاب "محمد: اسلام کا پہلا عظیم جنرل" کا تنقیدی جائزہ

Critical Review of the Book "Muhammad: Islam's First Great General" by Richard A. Gabriel

Indexing

Authors

[1] Ayesha Habib
[1] Sajjad Ahmed

Affiliations

[1] Mirpur University of Science and Technology, Mirpur (AJK), Pakistan

Published: 30 June 2024

Article DOI: https://doi.org/10.55603/alwifaq.v7i1.u4

QR Code

Citation: Ayesha Habib, and Sajjad Ahmed, “رچرڈ اے گبرئیل کی کتاب "محمد: اسلام کا پہلا عظیم جنرل" کا تنقیدی جائزہ Critical Review of the Book "Muhammad: Islam's First Great General" by Richard A. Gabriel” *Al-Wifaq*, no. 7.1 (June 2024): 53–76, https://doi.org/10.55603/alwifaq.v7i1.u4.

Copyright Information:

Critical Review of the Book "Muhammad: Islam's First Great General" by Richard A. Gabriel © 2024 by Aysha Habib and Sajjad Ahmad is licensed under CC BY 4.0

Publisher Information:

Department of Islamic Studies, Federal Urdu University of Arts Science & Technology, Islamabad, Pakistan.

رچرڈ اے گبریئیل کی کتاب "محمد: اسلام کا پہلا عظیم جنرل" کا تنقیدی جائزہ

Critical Review of the Book "Muhammad: Islam's First Great General" by Richard A. Gabriel

عائشہ حبیب

ایم فل سکالر، میر پور یونیورسٹی برائے سائنس و ٹیکنالوجی، میر پور، آزاد جموں و کشمیر

ڈاکٹر سجاد احمد

اسسٹنٹ پروفیسر، انسٹیٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، میر پور یونیورسٹی برائے سائنس و ٹیکنالوجی، میر پور، آزاد جموں و کشمیر

ABSTRACT

The life of the Holy Prophet (PBUH) serves as an exemplary model for believers, as emphasized in the Quran. A significant aspect of his life includes his involvement in battles (Maghazi) during the Medinan period, where he fought against enemies of Islam, initially in defensive battles and later in proactive Jihad. These campaigns are a crucial part of Islamic History, extensively documented by scholars.

Some Western historians, driven by anti-Islamic agendas, have attempted to distort the true objectives of these battles, portraying them as mere attempts to spread Islam by force. Richard A. Gabriel, a retired military officer, contributed to this discourse with his book "Muhammad: Islam's First Great General," offering interpretations based on his military experience.

This article critically reviews Gabriel's book, divided into three sections: Introduction of the writer, Overview of the book, and Critical analysis. Each section provides insights in a concise manner, presenting discussions in a narrative, critical, and analytical approach.

KEY WORDS:

Richard A. Gabriel, Insurgency, Guerrilla Warfare, War to the knife, Muhammad: Islam's First Great General

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے متعدد پہلو ہیں۔ یہ تمام پہلو ہمارے لیے بہترین نمونہ اور اسوہ حسنہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد الٰہی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [1]

"تحقیق تمہارے لیے رسول کی سیرت میں عمدہ نمونہ (اسوہ حسنہ) موجود ہے۔"

رسول ﷺ کی سیرت مبارکہ کا ایک حصہ مغازی پر مشتمل ہے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا دس سالہ مدنی دور

1۔ القرآن، سورۃ الاحزاب، 21:33

دشمنان اسلام یعنی مشرکین مکہ، اور یہود و نصاری سے معرکہ آرائی میں گزرا۔ اس ضمن میں سب سے پہلے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 190 میں مشروط و دفاعی قتال کی اجازت دی گئی اور پھر سورۃ التوبۃ کی 1 تا 6 آیات میں اقدامی جہاد کا حکم دیا گیا۔ حیات طیبہ کی جنگی مہمات تاریخ اسلامی کا ایک روشن اور اہم باب ہیں جس پر اہل سیر نے مستقل کتابیں لکھی ہیں اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ اس موضوع پر نہ صرف اہل اسلام بلکہ اہل مغرب نے بھی متعدد کتب تالیف کی ہیں۔

دراصل اہل سیر نے اسلامی جنگوں کی جو تفاصیل بیان کی ہیں، یورپی مورخین ابتدا ہی سے ان میں بہت دلچسپی لیتے آئے ہیں۔ چونکہ اہل مغرب کا بنیادی مقصد اسلام سے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرنا ہے لہذا مغربی مورخین نے اسلام کو بدنام کرنے کے لیے غزوات رسول ﷺ کو تلوار کے ذریعے اسلام پھیلانے اور لوٹ مار کی کاروائیاں قرار دے کر ان کے حقیقی مقاصد کو مسخ کرنے کی سازشیں کی ہیں جو آج تک جاری ہیں۔ ان مغربی مورخین میں ایک اہم نام رچرڈ اے گیبریل (Richard A. Gabriel) کا بھی ہے جس نے غزوات رسول ﷺ پر "Muhammad: Islam's First Great General" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ گیبریل چونکہ ایک ریٹائرڈ ملٹری آفسر تھا لہذا اس نے اپنے تجربہ کی روشنی میں اس کتاب میں اسلامی جنگوں سے متعلق اپنی تشریحات پیش کی ہیں اور ان کے لیے Insurgency کی اصطلاح کا استعمال کی ہے۔ زیر نظر اسائنمنٹ میں گیبریل کی مذکورہ بالا کتاب کا ایک تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

زیر نظر موضوع سے متعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

اس پر انگلش میں ایک آرٹیکل ادارہ تحقیقات اسلامیہ کے انگلش ریسرچ جرنل "اسلامک اسٹڈیز" میں رافعہ ریاض نے لکھا جس کا عنوان ہے:

Comparative Analysis of Gulzar Ahmed and Richard Gabriel on the Military History of the Prophet (PBUH)

اس مقالہ میں دو شخصیات کی کتابوں کا تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے، جبکہ اس موضوع پر براہ راست مواد کا فقدان ہے۔ اس کے علاوہ ایک مختصر آرٹیکل بعنوان "**اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے، غیر مسلموں کا پروپیگنڈہ**" لکھا گیا ہے جس کے مؤلف، سعید احمد اکبر آبادی ہیں۔ اس میں موضوع سے متعلقہ مواد نہ ہونے کے برابر ہے۔ دیگر جن لوگوں نے اس موضوع پر کام کیا ان میں "**جہاد، مستشرقین اور مغربی دنیا**" از مولانا زاہد الراشدی، اسی طرح "**تصور جہاد پر مستشرقین کے اعتراضات کا تجزیاتی مطالعہ**" از ذوالفقار علی، اور "**جہاد سے متعلق قرآنی آیات اور استشراقی نقطہ نظر**" از فاطمہ نورین کے آرٹیکلز قابل ذکر ہیں، جن کے اندر اس موضوع پر عمومی مواد ہے۔

مصنف کے حالات زندگی

مصنف مذکور کی پیدائش اور وفات کے سلسلے میں کسی قسم کی آراء کا تذکرہ نہیں ملتا۔ تاہم ڈاکٹر رچرڈ اے گیبریل ایک غیر

مسلم مغربی فوجی تاریخ دان اور امریکی فوج کے ریٹائرڈ آفسر ہیں۔ آپ نے پروویڈنس کالج (Providence College) سے بی اے، رہوڈ آئی لینڈ یونیورسٹی (Rhode Island University) سے ایم اے جبکہ ایم ہرسٹ (Amherst) میں میساچوسٹس (Massachusetts) سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے پنسلوانیا (Pennsylvania) میں یو۔ ایس وار آرمی (U.S. Army War College) کے شعبہ قومی سلامتی میں تاریخ وسیاست کے پروفیسر جبکہ ایڈوانسڈ کورسز کے ڈائریکٹر کے طور پر کام کیا جہاں آپ نے قدیم جنگی مطالعہ کو نصاب میں شامل کیا۔

مزید برآں یونیورسٹی آف نیو ہیمپشائر (University Of New Hampshire)، یونیورسٹی آف میساچوسٹس (University Of Massachusetts)، ڈینیئل ویبسٹر کالج (Daniel Webster College) میں کئی فیکلٹی عہدوں پر بھی فائز رہ چکے ہیں۔

اسی طرح کینیڈا کے رائل ملٹری کالج میں شعبہ تاریخ و جنگی علوم میں وزٹنگ پروفیسر کے طور پر بھی کام کرتے رہے ہیں۔[2] ساتھ ہی ساتھ فوجی تاریخ کے ماہر کے طور پر درج ذیل ٹی وی نیوز چینلز اور شوز میں بھی شامل ہوتے رہے ہیں:

- The Discovery Channel
- The History Channel
- 60 Minutes
- Crossfire
- The Today Show
- Nightline[3]

علمی کارنامے

ڈاکٹر گبریل مختلف موضوعات جیسا کہ سیاسیات، قدیم تاریخ، عسکری تاریخ، بشریات، نفسیات، سماجیات، اخلاقیات، فلسفہ اور الہیات کی تاریخ پر باون کتابوں اور 150 سے زیادہ مضامین کے مصنف ہیں۔[4] آپ کی چند تصانیف کا ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے:

- The Ethnic Factor in the Urban Polity (New York, 1973)
- The New Red Legions: A Survey Data Sourcebook (Westport, Conn., 1980)
- Soviet Military Psychiatry: The Theory and Practice of Coping with Battle Stress (New York, 1986
- The New Red Legions : An Attitudinal Portrait of the Soviet Soldier (Westport, Conn., 1980)
- Military Psychiatry : A Comparative Perspective(New York 1986)

2 . “Richard A. Gabriel. Interview 7.21.17,” (2017), https://archive.org/details/RichardA.Gabriel.Interview7.21.17, Accessed 7 Feb. 2024.
3. Schulz-Elsing, Sharon E. Book Review: Richard A. Gabriel’s Muhammad: Islam’s First Great General (Campaigns and Commanders), www.curledup.com/islam1st.htm. Accessed 7 Feb. 2024.
4. “Richard A. Gabriel Interview 7.21.17.

- No More Heroes : Madness and Psychiatry in War(New York 1987)
- The Culture of War : Invention and Early Development (New York ,1990)
- Sebastian's Cross (Lincoln ,Neb ., 2002)
- Jesus the Egyptian : The Origins of Christianity and the Psychology of Christ (Lincoln ,Neb ., 2005)
- Soldiers' Lives through History: The Ancient World (Westport , Conn., 2006)[5]

کتاب کا تعارف:

زیر نظر کتاب کا نام "Muhammad : Islam's First Great General" ہے۔ مذکورہ کتاب میں نبی کریم ﷺ کی سیرت کے متعدد پہلوؤں میں سے ایک پہلو یعنی آپ ﷺ کی " فوجی زندگی " اور ان تمام عسکری کارناموں کا تفصیلی بیان ہے جنہوں نے عربوں کی فوج اور معاشرتی زندگی کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ اس سلسلے میں اس زمانے کے سیاسی، سماجی اور ثقافتی ماحول کا بھی ضمناً ذکر کیا گیا ہے۔ گیبریل کی تمام تر توجہ رسول ﷺ کو شورش اور بغاوت (Insurgency) کے نظریہ کا موجد قرار دینے کے گرد گھومتی ہے، جنہوں نے عرب کے بدوؤں اور قبائل کو ایک نئے مذہب اسلام کے قبول کرنے نیز بعض دیگر ذاتی، سیاسی اور نظریاتی مقاصد کے لیے جنگوں اور فوجی اختراعات کا استعمال کیا۔

کتاب کا عمومی جائزہ:

ابواب کتاب:

موضوع سے متعلقہ تفصیلات پر یہ کتاب تیرہ ابواب میں منقسم ہے۔ ذیل میں ان ابواب کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا جاتا ہے:

- کتاب کے پہلے باب میں سرزمین عرب کا جغرافیہ، ثقافت، قبائلی اور لوٹ مار کا نظام نیز لوٹ مار اور باہمی جھگڑوں کی نوعیت کا بیان ہے۔
- دوسرے باب میں مدینہ کے اندر سماجی بدامنی، عرب قبائل اور سرحدی سلطنتوں کے باہمی تعلقات کی نوعیت اور وقت کے ساتھ اس نوعیت میں تبدیلی نیز دونوں اطراف کے ان مذہبی حالات کا بیان ہے جن سے گیبریل کے نزدیک نبی کریم ﷺ نے فائدہ اٹھاتے ہوئے شورش (Insurgency) کا آغاز کیا۔
- تیسرے باب میں قدیم عرب کی لڑائیوں کے اخلاقی ضوابط و بنیادوں، جنگی حکمت عملی نیز جنگ میں استعمال ہونے والے ہتھیاروں اور جانوروں کے بارے میں تحقیق پیش کی گئی ہے۔ اس ضمن میں گیبریل نے قدیم عرب کی جنگوں کو کھیل اور تفریح سے تشبیہ دی ہے اور جنگ کو عربوں کی عزت و غیرت کا پیمانہ قرار دیا ہے۔ اس کے بعد آنحضور ﷺ کی فوجی اختراعات کا ذکر کر کے اس کا مقابلہ عربوں کے جنگی طریقوں سے کیا گیا ہے۔

5 .Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General* (Norman: University of Oklahoma Press, 2007), 253-255.

- مذکورہ بالا تینوں ابواب کو اس دلیل کے طور پر بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے قدیم جنگی نظریہ کو دشمن کے خاتمہ کے لیے "تلوار کے ذریعہ جنگ" کے نظریہ سے بدل لیا۔
- چوتھے باب میں آپ ﷺ کی زندگی کے حالات و واقعات، پیدائش و پرورش کا زمانہ، سفر تجارت، نزول وحی اور ہجرت کا بیان ہے۔
- پانچویں باب میں شہر مدینہ کے طبعی خدوخال، میثاق مدینہ، سرایا نبوی ﷺ اور ان کے اسباب و وجوہات کا بیان ہے۔اس ضمن میں سرایا رسول ﷺ کو لوٹ مار کے حملوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔
- پھر چھٹے سے بارہویں باب تک بڑے پیمانے پر لڑی جانے والی جنگوں اور غزوات جو نئی امت اور مکہ کے مشرکین کے مابین لڑی جاتی رہیں، کے تفصیلی واقعات کی وضاحت اپنی تشریحات اور نتائج کے ساتھ کرتا ہے۔ بارہویں باب کا خاتمہ نبی کریم ﷺ کی وفات پر ہوتا ہے۔
- آخری باب میں رسول کریم ﷺ کے فوجی ورثہ پر روشنی ڈالتے ہوئے گبریل دو پہلوؤں کو بیان کرتا ہے:

i. ایک پہلو جنگی طریقہ سے متعلق ہے جس کو آپ ﷺ کے جانشینوں نے اسلامی سلطنت کی توسیع کے لیے استعمال کیا۔ اس ضمن میں حروب الردۃ (مرتد قبائل کے خلاف لڑی جانے والی جنگیں) کا ذکر کرتا ہے جو حضرت ابو بکرؓ کی سرکردگی میں لڑی گئیں۔

ii. دوسرا پہلو فکری میراث "نظریہ جہاد" ہے جسے گیبریل سیاسی اور مذہبی مقاصد کے حصول کے لیے شورش اور مذہب کے نام پر اپنی جانیں قربان کرنے کا نام دیتا ہے۔ گیبریل اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ موجودہ دور میں یہ نظریہ جہادیوں (باغیوں) کے ذہنوں میں موجود ہے اور اس کی مثال میں القاعدہ اور دیگر دہشت گرد گروہوں کا ذکر کرتا ہے۔

فہارس کتاب:

کتاب کے آغاز اور آخر میں مختلف فہارس کا اندراج کیا گیا ہے:

آغاز کتاب کی فہارس:

- نقشہ جات کی فہرست مع نمبر صفحات۔ یہ نقشہ جات سرزمین عرب، غزوات و سرایا اور حروب الردۃ کے مقامات کی نشاندہی پر مشتمل ہیں۔
- کتاب میں مذکور اہم واقعات کی تواریخ پر مشتمل فہرست

اختتام کتاب کی فہارس:

- کتاب کے تمام حواشی کی مستقل فہرست

- ان تمام مصادر کی مکمل تفصیلات پر مشتمل فہرست جن سے کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہے۔ مذکورہ فہرست کو انگریزی و عربی مصادر کے عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے۔
- اشاریہ جات اور گیبریل کی دیگر تصانیف کی فہارس

کتاب کا تنقیدی جائزہ:

کتاب کے تنقیدی جائزہ کو درج ذیل تین حصوں میں منقسم کیا گیا ہے:

1. اسلوب و منہج کا تنقیدی جائزہ
2. مصادر کا تنقیدی جائزہ
3. کتاب کے مواد اور گیبریل کے افکار کا تنقیدی جائزہ

اسلوب و منہج کا تنقیدی جائزہ:

منہج اسقاطی کا استعمال:

گبریل نے اپنی کتاب میں اسقاطی منہج کا استعمال کیا ہے۔ یہ منہج مغربی محققین کی نگاہ میں ایک قابل اعتماد منہج ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ مختلف حالات، نقطہ نظر اور واقعات پر اپنے تجربات و جذبات کو مسلط کر کے اور اپنے نقطہ نظر سے دیکھ کر اس کی تشریح کی جائے۔ چونکہ رچرڈ گیبریل ایک ملٹری آفسر ہے لہذا مذکورہ کتاب میں مختلف مصادر سے معلومات نقل کر کے اپنے تجربے کی بنیاد پر نبی کریم ﷺ کے غزوات و سرایا کی تشریحات پیش کرتا ہے اور پھر ان کی روشنی میں غلط نتائج اخذ کرتا ہے۔ سید صباح الدین عبد الرحمن اس ضمن میں ایتین ڈینیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "یہ ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے کہ مستشرقین اپنی تحریروں کو اپنے جذبات و رجحانات اور اپنے ماحول اور اس کے اثرات سے بالاتر رکھیں، اسی وجہ سے سیرت نبوی ﷺ اور سیرت صحابہ میں انھوں نے انتہائی درجہ تحریف و ترمیم سے کام لے کر اس کی اصل حقیقت پر پردہ ڈال دیا ہے، وہ یہ دعوی تو ضرور کرتے ہیں کہ ان کی تنقید کا اسلوب معروضی تعصب سے پاک ہے، حقیقت پر مبنی اور سنجیدہ و علمی ہے لیکن عالم یہ ہے کہ اگر مولف جرمن مستشرق ہے تو محمد ﷺ جرمن لہجہ میں گفتگو کرتے نظر آتے ہیں اور اگر وہ اطالوی ہے تو محمد ﷺ کا طرز بھی اطالوی ہو جاتا ہے، اس طرح مصنف کے ساتھ محمد ﷺ کی شخصیت بھی بدلتی رہتی ہے۔"[6]

قیاس آرائیوں کا استعمال:

گیبریل کتاب میں متعدد مقامات پر قیاس آرائیوں سے بھی کام لیتا ہے۔ اس سلسلے میں "ایسا دکھائی دیتا ہے"، "شاید یہ

6۔ سید صباح الدین عبد الرحمٰن، اسلام اور مستشرقین (اعظم گڑھ: دار المصنفین شبلی اکیڈمی، 2004)، 161

کہ "، "تقریباً یقینی طور پر" "یا" غالباً ناممکن ہے" جیسے الفاظ کا استعمال کرتا ہے۔ جبکہ تحقیق میں کسی مسئلہ سے متعلق حالات و واقعات کی عدم موجودگی کے سوا اس قسم کی قیاس آرائیوں کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔[7] مثلاً جب ابو بصیر بن اسیدؓ صلح حدیبیہ کے بعد مکہ سے بھاگ کر مدینہ گئے تو نبی کریم ﷺ نے انہیں صلح کی شرائط کے مطابق ان کے سرپرستوں کو لوٹا دیا۔ ابو بصیر مکہ واپسی پر دو محافظوں میں سے ایک کو قتل کر کے دوبارہ مدینہ چلے گئے۔ دوسرے سرپرست نے پھر ان کی واپسی کا مطالبہ کیا اور آپ ﷺ نے انہیں سرپرست کی تحویل میں بھی دے دیا لیکن اس خوف سے کہ کہیں راستے میں وہ بھی ابو بصیر کے ہاتھوں قتل نہ ہو جائے، انہیں مکہ لے جانے سے انکار کر دیا چنانچہ ابو بصیر مدینہ کے ساحلی مقامات کی طرف نکل گئے۔ گیبریل نے اس جگہ قیاس آرائی سے کام لیتے ہوئے نبی کریم ﷺ پر اتہام بازی کی ہے کہ یقینی طور نبی کریم ﷺ نے ابو بصیر کے ذریعہ مکہ کے کاروانوں پر حملہ کروا کر ان کو معاشی طور پر کمزور کرنا چاہا ہو گا اور یوں بغیر معاہدہ توڑے آپ ﷺ نے یہ کام کیا۔[8]

حواشی کا فقدان:

مصنف نے تمام کتاب کے حوالہ جات کو کتاب کے آخر میں ہر باب کے عنوان کے تحت درج کیا ہے۔ اس کے باعث قاری کو کتاب کے مطالعہ کے دوران موجود مواد کے ذرائع جاننے کے لیے بار بار ورق گردانی کرنی پڑتی ہے جس سے مطالعہ کا تسلسل بگڑ جاتا ہے اور قاری کو دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

مصادر کا تنقیدی جائزہ:

گیبریل نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں تین اہم ذرائع کا تذکرہ کیا ہے جن کو اس نے قابل اعتماد مصادر میں شمار کیا ہے۔ ذیل میں ان ذرائع سے متعلق گیبریل کی آراء کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

- اس ضمن میں پہلا ماخذ قرآن کو قرار دیا ہے تاہم اس کا خیال یہ ہے کہ قرآن سے متعلق مسلمانوں کے بنیادی عقیدہ کے برخلاف یہ آپ ﷺ کی زبان سے نکلے الفاظ کا بہترین ذریعہ ہے۔[9] دراصل گیبریل نے دینیات سے قطع نظریہ خیال پیش کیا ہے اور اپنی اس رائے کے ثبوت میں کوئی دلیل پیش نہیں کی۔
- مصدر قران کے متعلق دوسری رائے یہ پیش کرتا ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد تقریباً بیس سال تک قرآن کو ایک مصحف کی شکل میں جمع نہیں کیا گیا۔[10] جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات سے متصل ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ میں ہی قرآن کو مصحف کی صورت میں جمع کر لیا گیا تھا۔ دراصل گبریل اسلامی تاریخ کا ماہر نہیں تھا

7۔ عبدالحمید خان عباسی، اصول تحقیق (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2003)، 102

8. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* 167-168.

9. Richard A. Gabriel , *Muhammad: Islam's First Great General,* xxvii.

10. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* xxviii.

بلکہ ایک ملٹری آفیسر اور فوجی تاریخ کا ماہر تھا نیز اسلامی تاریخ پر اس کا مدار محض مغربی مصنفین کی کتب ہیں جو اسلام کے متعلق شکوک و شبہات سے بھری پڑی ہیں۔ لہذا مشکوک ذرائع کی بنیاد پر بغیر کسی چھان بین کے کوئی نظریہ قائم کر لینا قابل قبول نہیں۔

- گیبریل آپ ﷺ کی فوجی زندگی سے متعلق سب سے مفید ذریعہ ابن اسحاق کی مغازی کو قرار دیتا ہے۔ اس ضمن میں اس نے الفریڈ گلیوم کے انگریزی ترجمہ کا اپنی کتاب میں استعمال کیا ہے جو 1955ء میں کیا گیا۔ گیبریل نے احادیث کو اپنی کتاب کا تیسرا اہم ماخذ قرار دیا ہے اور ان کے لیے سیرت ابن اسحق کی روایات پر ہی اعتماد کیا ہے، اس کا دعوی ہے کہ احادیث کی کتب 120 سال بعد لکھی گئیں جبکہ سیرت اسحاق محض 90 برس بعد لکھی گئی نیز یہ کہ بعد میں لکھی جانے والی کتب سیرت اسحق کے واقعات کی تکرار اور ثقافتی و مذہبی اعتبار سے متعصب ہیں لہذا وہ قابل اعتماد نہیں۔[11] یوں گیبریل حدیث کی مستند کتابوں "صحاح ستہ" کی بجائے احادیث کے لیے محض سیرت پر اعتماد کرتا ہے۔ اس ضمن میں دو پہلو قابل ذکر ہیں:

i. اول تو یہ کہ گیبریل سے قبل کے مستشرقین جیسا کہ سر ولیم میور اور گولڈ زیہر کتب احادیث لکھنے کا زمانہ وفات کے نوے برس بعد کا قرار دیتے ہیں یوں مستشرقین خود ہی اس سلسلہ میں تضاد کا شکار ہیں۔

ii. دوم یہ کہ سیرت کی کوئی کتاب حدیث کا ہم پلہ نہیں ہو سکتی جیسا کہ شبلی نعمانی، حافظ زین الدین عراقی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "طالب کو جاننا چاہیئے کہ سیرت میں سبھی طرح کی روایتیں ہوتی ہیں، صحیح بھی اور غلط بھی۔"[12]

مزید کہتے ہیں کہ بعض اہم واقعات سے متعلق حدیث کی کتابوں میں ایسی مفید معلومات ہیں جن سے بہت سی مشکلات حل ہو جاتی ہیں لیکن سیرت اور تاریخ میں ان معلومات کا ذکر نہیں نیز ارباب سیر بہت سے واقعات جیسا کہ اکثر لڑائیوں کے اسباب و علل سے مطلق بحث نہیں کرتے اور نہ ہی ان کی تحقیق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں بلکہ ہر واقعہ کو ادھورا چھوڑ دیتے ہیں اور اسی سے مخالفین اسلام کو یہ استدلال کرنے کا موقع ملتا ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔[13] یہی وجہ ہے کہ گیبریل کا احادیث رسول ﷺ کے لیے محض سیرت پر انحصار اس کے غلط نتائج کا پیش خیمہ ثابت ہوا ہے۔

- سیرت ابن اسحاق کے علاوہ مصنف نے مصادر کی فہرست میں سیرت رسول ﷺ سے متعلق واقدی، ابن ہشام،، طبری، ابن سعد کی کتابوں کا بھی تذکرہ کیا ہے تاہم ان تمام کتابوں کا بالواسطہ حوالہ مغربی مصنفین کی کتابوں کے

11. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* xxxi.

12۔ علامہ شبلی نعمانی اور علامہ سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ (لاہور: ادارۃ اسلامیات، 2002)، 60/1.

13۔ نعمانی اور ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، 63/1

ذریعہ دیا گیا ہے جبکہ مذکورہ کتب مطبوعہ صورت میں موجود ہیں۔ اس سلسلے میں دو امور قابل ذکر ہیں:

i. اول یہ کہ مصنف نے اصل مصدر تک رسائی حاصل کرنے کی زحمت نہ کی، حالانکہ علمی حلقوں میں کسی بھی تحقیقی کام کی مقبولیت کا مدار اس کا بنیادی اور اصلی ماخذ پر موقوف ہونا گردانا جاتا ہے۔

ii. دوم یہ کہ مذکورہ بالا مصنفین میں سے واقدی کے متعلق تو محدثین کا اتفاق ہے کہ وہ خود سے روایتیں گھڑتا ہے۔ جبکہ ابن ہشام جنہوں نے ابن اسحاق کی کتاب کو ترتیب و تہذیب دے کر اپنی سیرت مرتب کی ہے، اس میں زیادہ تر بکائی کے واسطہ سے روایت کیا ہے۔ بکائی امام بخاری کے استاد ابن مدینی اور نسائی کے نزدیک ضعیف ہے جبکہ ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ استناد کے قابل نہیں۔ جہاں تک ابن سعد کا تعلق ہے تو انہوں نے زیادہ تر روایتیں واقدی سے لی ہیں لہذا ان کی کتاب کا وہی مقام ہے جو کہ واقدی کی کتاب کا۔ نیز طبری کی تاریخ میں بھی اکثر روایتیں ضعیف راویوں سے لی گئی ہیں۔[14]

معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا کتابوں میں سے ضعیف قسم کی روایتیں بھی شامل ہیں جن کی چھان پھٹک اہم قسم کے واقعات میں ضروری ہے اور علامہ شبلی و سلیمان ندوی کے نزدیک ان مغربی مصنفین کی غلط کاریوں کی وجہ تعصب کے علاوہ یہ ہے کہ وہ صرف مربوط و مسلسل بیان پر اعتماد کرتے ہیں، انہیں راویوں کے صادق و کاذب ہونے سے کوئی سروکار نہیں۔[15] گیبریل نے بھی محض یورپی مصنفوں کی تحریروں میں بیان کردہ روایات پر انحصار کیا ہے اور چھان پھٹک کی زحمت گوارا نہیں کی۔

- مزید برآں گیبریل نے اٹھارویں اور بیسویں صدی میں سیرت محمدؐ اور تاریخ عرب پر مغرب میں لکھی جانے والی کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ ان میں سے اہم مصنفین کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن میں منٹگمری واٹ بھی شامل ہے جس کی تقریباً چار کتابوں سے مدد لی ہے جو درج ذیل ہیں:
  - Muhammad at Mecca
  - Muhammad at Medina
  - Muhammad : Prophet and Statesman
  - Islamic Conceptions of Holy War

سید صباح الدین اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ انہیں مستشرقین میں شامل ہے جو اپنی مطلب برآوری کے لیے ماہرانہ انداز میں زہریلی باتیں کرتے ہیں۔[16]

- اس کے علاوہ فلپ کے ہٹی کی "ہسٹری آف دی عربس" سے بھی استفادہ کیا ہے جو کہ سید صباح الدین کی تحقیق کے

14۔ نعمانی اور ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، 60/1.

15۔ نعمانی اور ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، 86-85/1.

16۔ صباح الدین، اسلام اور مستشرقین، 208/2.

مطابق اسلام اور رسول ﷺ کے خلاف طعن واستہزاء سے بھری ہوئی ہے۔[17]

- مزید برآں میکسم روڈنسن کی تصنیف "محمد" بھی گیبریل کے پیش نظر رہی ہے۔ جس کے متعلق ایک تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ یہ تعصب سے بھری پڑی ہے اور ناقابل اعتبار مصادر پر مبنی ہے۔[18]
- نیز لیونے کائتانی کی تاریخ اسلام بھی گبریل کے مصادر میں شامل ہے۔ یہ کتاب اگرچہ تعصب سے پاک ہے تاہم کائتانی رسول ﷺ کی ذات اور تحریک اسلام کو اس نگاہ سے نہیں دیکھتا جو اسلام کی روح ہے بلکہ دونوں کو انیسویں صدی کی مادیت کے رنگین شیشوں کے ذریعے دیکھتا ہے۔[19]

متعلقہ مواد اور گیبریل کے افکار کا تنقیدی جائزہ:

گیبریل نے اس کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے نبی کریم ﷺ روایتی جنگجو کے برعکس ایک نئی قسم کے جنگجو تھے۔ اس نے آپ ﷺ کو زبردست انقلابی اور مذہبی گوریلا رہنما قرار دیا ہے جس نے قدیم زمانے میں پہلی باقاعدہ قومی شورش (بغاوت) کا آغاز کیا۔ اس کے نزدیک جدید شورش کے تمام اہم عناصر نبی کریم ﷺ کی فوجی سرگرمیوں میں موجود تھے۔ وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ رسول ﷺ نے مخصوص مذہبی، نظریاتی، سیاسی مقاصد کے حصول کی خاطر جارحیت اور غیر روایتی جنگی طریقوں کا استعمال کیا جو کہ غیر اخلاقی تھے۔ نیز اسلام کے نظریہ جہاد کو "تلوار کے ذریعہ لڑائی" سے تعبیر کیا ہے۔ ذیل میں ابواب کتاب میں موجود معلومات کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

1. آپ ﷺ بطور باغی اور گوریلا رہنما:

گیبریل نے کتاب کے آغاز میں "محمد بطور باغی" کا عنوان قائم کر کے آپ ﷺ کے لیے مذہبی گوریلا رہنما کے الفاظ استعمال کیے ہیں جس نے پہلی بار شورش کی ابتداء کی۔[20]

شورش کے لیے انگریزی میں Insurgency کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے جس کی تعریف بارڈ ای او نیل (Bard E O'Neill) نے ان الفاظ میں کی ہے:

> A struggle between a non-ruling group and the ruling authorities in which the non-ruling group consciously uses political resources.[21]

17۔ صباح الدین، اسلام اور مستشرقین، 237/7

18. Muhammad Akram Sajid and Muhammad Abdullah, "'Muhammad' by Maxime Rodinson (An Analytical Study)," *Jahat Al-Islam* 4, no. 1,2 (2011), 21-32, https://jihat-ul-islam.com.pk/journal/index.php/jihat-ul-islam/article/view/488.

19۔ پروفیسر ڈاکٹر محمود بریلوی، "پرنس لیونے کائتانی دی سر مونیتا"، ماہنامہ ترجمان القرآن، اگست 1904، 318/1

20. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* xx.

21. Bard E. O'Neill, *Insurgency & Terrorism: Inside Modern Revolutionary Warfare* (Washington: Brassey's, 2001), 93.

"ایک غیر حکمران گروہ اور حکمران حکام کے مابین ایک جدوجہد کا نام ہے جس میں غیر حکمران گروہ شعوری طور پر سیاسی وسائل کا استعمال کرتا ہے۔"

اسی طرح ابن ہمام نے فتح القدیر میں لفظ باغی (Insurgent) کی تعریف یوں کی ہے:

والباغي في عرف الفقهاء: الخارج عن طاعة امام الحق.[22]

"فقہاء کے ہاں عرف عام میں آئین و قانون کے مطابق قائم ہونے والی حکومت کے نظم کے خلاف مسلح جدوجہد کرنے والے کو باغی کہا جاتا ہے۔"

مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ ریاست اور غیر حکمران طبقے کے مابین مسلح جدوجہد کو شورش یا بغاوت اور انگریزی میں Insurgency کہا جاتا ہے۔ اس صراحت کی روشنی میں گیبریل کا نبی ﷺ کی فوجی جدوجہد کو شورش یا بغاوت کا نام دینا درست نہیں اس لیے کہ ایک طرف تو غزوات کا آغاز مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد ہوا لہٰذا یہ ایک ریاست کی طرف سے جنگی جدوجہد ہوئی نہ کہ غیر حکمران گروہ کی جانب سے اور دوسری جانب مکہ قبائلی نظام میں بٹا ہوا تھا وہاں کوئی باقاعدہ حکومت اور ریاست نہ تھی بلکہ ہر قبیلہ کا سردار ہی اس کا حکمران تھا اور یہ قبائل باہم برسرپیکار رہتے تھے۔ لہٰذا Insurgency کی اصطلاح کا نبی کریم ﷺ کی جنگوں پر اطلاق درست نہیں۔

دوسری طرف آپ ﷺ کو گوریلا رہنما یعنی بالفاظ دیگر غزوات نبی ﷺ کو گوریلا جنگوں سے تشبیہ دینا بھی درست نہیں۔ گوریلا جنگ کی تعریف بیان کرتے ہوئے Ernesto Che Guevara لکھتا ہے:

> The guerrilla war is a war of liberation in which vanguard of the people chose the path of irregular armed struggle against enemies of greater military power.[23]

"گوریلا جنگ آزادی کی جنگ ہے جس میں عوام کا ہراول دستہ زیادہ فوجی طاقت کے دشمنوں کے خلاف بے قاعدہ مسلح جدوجہد کا راستہ چنتا ہے۔"

مذکورہ بالا تعریف کی روشنی میں معلوم ہوا کہ گوریلا جنگ آزادی کی جنگ ہے حالانکہ آنحضور ﷺ نے آزادی کی غرض سے جنگیں نہیں لڑیں، مدینہ پاک میں مسلمانوں کی آزاد ریاست کے قیام کے باوجود آزادی کے لیے جنگ عقل سے بالاتر ہے۔ نیز مسلم سپاہی کوئی بے قاعدہ اور غیر منظم فوجی دستے نہیں تھے بلکہ یہ اسلامی ریاست کے منظم سپاہی تھے۔

2. غزوات رسول ﷺ پر جارحیت (Offensiveness) اور تشدد پسندی کا اطلاق:

گبریل نے اپنی کتاب میں متعدد مقامات پر اس بات کا برملا اظہار کیا ہے کہ نبی ﷺ نے سیاسی، نظریاتی مقاصد کے

22۔ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الھمام، فتح القدیر علی الھدایۃ (مصر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصفی البابي الحلبي وأولادہ، 1970)، 99/6.

23. Ernesto Che Guevara, *Guerrilla Warfare: A Method* (Peking: Foreign Languages Press, 1664), 1, https://archive.org/details/GuerillaWarfareAMethod.

حصول کی خاطر طاقت، جارحیت اور تشدد پسندی کا استعمال کیا[24] وہ اس پر قرآن مجید کی سورۃ الانفال آیت 39 کو دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے کہ اس آیت میں دفاع کے برعکس تشدد کی اجازت دی گئی ہے لہٰذا محمد ﷺ نے اپنی حکومت و وزارت کو قائم رکھنے کے لیے تشدد کا استعمال کیا۔[25] آیت مبارک درج ذیل ہے:

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ۔ [26]

"اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ فتنہ و فساد باقی نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہو جائے۔"

گیبریل نے مذکورہ بالا آیت میں فتنہ سے "Seduction" یعنی بہکانا مراد لیا ہے جبکہ فتنہ کا اصل معنی مفسرین کرام کے نزدیک ظلم و جبر ہے۔ جیسا کہ امین احسن اصلاحی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"فتنہ کا لفظ Persecution کے مفہوم میں ہے یعنی مسلمانوں کو بجبر و ظلم دین حق سے روکنے کا وہ سلسلہ جو قریش اور ان کے اعوان نے جاری کر رکھا کہ اس سرزمین سے اس فتنہ کا استیصال ہو جائے اور کسی کے لیے کوئی امکان باقی نہ رہ جائے۔ فرمایا کہ ان سے جنگ کرو اور یہ جنگ جاری رکھو یہاں تک کہ اس سرزمین سے اس فتنہ کا استیصال ہو جائے۔ کسی کے لیے کوئی امکان باقی نہ رہ جائے کہ وہ کسی مسلمان کو اسلام لانے کی بنا پر ستا سکے، عام اس سے کہ وہ امیر ہو یا غریب، آزاد ہو یا غلام۔"[27]

دراصل گیبریل نے آیت مبارکہ کا ایک ٹکڑا لیا ہے اور اس کے سیاق کو بھی نظر انداز کر دیا ہے۔ درحقیقت قتال کا حکم مطلق نہیں ہے بلکہ اگر مشرقین اسلام کی بالادستی کو قبول کر لیں اور محاربہ و مقاتلہ سے باز آجائیں تو پھر قتال نہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ [28]

"پس اگر یہ رک جائیں (تو تم بھی رک جاؤ) زیادتی تو صرف ظالموں پر ہے۔"

اور جہاں تک دین حق کی سربلندی اور انسانی سوسائٹی پر آسمانی تعلیمات کی بالادستی کے لیے قتال کا تعلق ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ اسلام سے قبل بھی جہاد و قتال ہوتا رہا ہے جیسا کہ بائبل میں ہے:

"جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا، اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لیے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باج گزار بن

24. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* .28, 62, 65, 71, 74, 130, 145, 194, 219.
25. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* 62.

26۔ القرآن، سورۃ الانفال، 39:8.

27۔ مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر القرآن (لاہور: فاران فاونڈیشن، 1983)، 475/3.

28۔ القرآن، سورۃ البقرۃ، 193:2.

کر تیری خدمت کریں اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو تو اس کا محاصرہ کرنا اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضے میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا لیکن عورتوں اور بال بچوں کو اور چوپایوں اور اس شہر کے سب مال کو اپنے لیے رکھ لینا۔"[29]

مذکورہ بالا حکم کے برعکس اسلام میں اس سے بھی زیادہ نرمی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ اپنے کمانڈروں کو جہاد کے لیے بھیجتے تھے تو یہ ہدایت فرماتے تھے کہ دشمن کو سب سے پہلے اسلام کی دعوت دینا، اگر اسلام قبول کرلیں تو ہمارے بھائی ہیں اور دعوت قبول نہ کریں تو جزیہ دے کر اسلام کی بالادستی قبول کریں اور ایسی صورت میں ان کے جان و مال کا تحفظ مسلمانوں کے ذمے ہوگا اور انہیں اپنے دائرے میں رہتے ہوئے اپنے مذہب پر عمل کی اجازت ہوگی۔[30] یوں جنگوں میں رسول ﷺ کا اساسی کلیہ خونریزی کی بجائے دشمن کو بے بس و مجبور کر دینا تھا تاکہ یا تو وہ دوستی کا ہاتھ بڑھا دے یا راستے سے ہٹ جائے۔ جیسا کہ ڈاکٹر حمید اللہ اس ضمن میں اپنی کتاب "عہد نبوی میں نظام حکمرانی" میں لکھتے ہیں:

"نبی ﷺ کی سیاست کا ایک اصول خونریزی کو کم کرنے کے لیے دشمن کو بے بس کر دینا تھا۔"[31]

مذکورہ بالا صراحت کی بنا پر گیبریل کا غزوات رسول ﷺ کو جارحیت و تشدد سے تعبیر کرنا قطعاً درست نہیں۔

3. جنگ میں غیر روایتی طریقوں کے استعمال کا الزام:

گیبریل کے نزدیک نبی کریم ﷺ نے جنگ میں غیر روایتی و غیر فوجی طریقے استعمال کیے جو اس سے پہلے عرب میں رائج نہ تھے ذیل میں چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

i. بے خبری میں اچانک حملہ کرنے کا طریقہ:

گیبریل کا کہنا ہے کہ کہ نبی ﷺ نے اپنے سیاسی دشمنوں کے قتل کے لیے پہلی بار اس طریقہ کا استعمال کیا[32] اور اس کی دلیل کے طور پر گلب کا یہ قول نقل کرتا ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی پر جتنا مواد موجود ہے اس میں آپ ﷺ کے علاوہ کسی کا ذکر نہیں جس نے کسی کو قتل کرنے کے لیے حملہ آور بھیجے ہوں۔[33] یہ سراسر مغالطے پر مبنی ہے اس لیے کہ ہجرت مدینہ سے قبل سرداران قریش نے آپ ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا اور رات کو گھر کا محاصرہ کر لیا تاکہ گھر سے باہر نکلنے پر اچانک نبی کریم ﷺ پر حملہ کر دیا جائے۔ دراصل کسی کی نیند یا غفلت میں اس پر اچانک حملہ کرنے کی عربی روایت کا ذکر گبریل نے

29۔ بائبل، کتاب استثنا، 20:10

30۔ أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري، صحيح مسلم، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقي (بیروت: دار احیاء التراث العربي، 1955)، کتاب الجهاد والسير، باب تأمير الإمام الأمراء على البعوث، ووصيته إياهم بآداب الغزو وغيرها، حدیث: 1731، 3/1357.

31۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی (لاہور: المکتبۃ الرحمانیہ، 1981)، 244.

32. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* xxvi.

33. Richard A. Gabriel, Muhammad : Islam's First Great General ,162.

اپنی کتاب کے صفحہ 27 پر بھی کیا ہے۔ کیا یہ اپنے دشمن کے سیاسی قتل کی سازش نہیں تھی؟ لیکن تعصب کی آگ نے اسے دونوں طریقوں میں فرق کرنے پر مجبور کر دیا۔

ii. دہشت کا استعمال (خوف پھیلانا):

گبریل کے نزدیک رسول ﷺ نے دوسرا طریقہ "دہشت" کا استعمال کیا۔ اس کے دو مقاصد بیان کرتا ہے اول تو اپنے پیروکاروں کو مذہب پر قائم رکھنے کے لیے اور دوم اپنے دشمنوں کے دلوں میں اپنا خوف بٹھانے کے لیے۔[34]

اس ضمن میں وہ بنی قینقاع کی مثال پیش کرتا ہے کہ نبی ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کی درخواست سے قبل یہود کے قتل کا حکم دے دیا تھا۔ اس ضمن میں سیرت ابن اسحق کا حوالہ پیش کرتا ہے۔[35] جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ یہود نے عرب کے اسیران جنگ کو قتل کرنے کے دستور پر قیاس کرتے ہوئے ہی عبد اللہ بن ابی کو نبی ﷺ کے پاس بھیجا ہوگا۔ دوسری جانب احادیث مبارکہ، سیرت شبلی نعمانی میں اس حکم کا ذکر کہیں نہیں ملتا، ساتھ ہی ساتھ سیرت ابن ہشام جو کہ سیرت ابن اسحق کا منقح و خلاصہ ہے اس میں بھی اس حکم کا کوئی واضح وجود نہیں ہے صرف عبد اللہ بن ابی کے قول کا یہ ٹکڑا موجود ہے کہ "کیا آپ انہیں ایک ہی دن میں کاٹ ڈالیں گے؟ بخدا میں آفات زمانہ سے ڈرتا رہتا ہوں۔[36] دراصل گیبریل نے اس ایک ٹکڑے کو سامنے رکھ کر اپنی تشریحات بیان کی ہیں حقیقت سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔

دوسری مثال بنو قریظہ کے مردوں کے قتل کی بیان کی ہے۔ درحقیقت یہ بات بھی مغالطے پر مبنی ہے کیونکہ بنی قریظہ نے از خود سعد بن معاذ کو فیصلہ کے لیے منتخب کیا تھا اور انہوں نے یہودیوں کی کتاب تورات کے مطابق ہی فیصلہ صادر فرمایا تھا۔[37]

iii. گھوڑوں کا باقاعدہ استعمال متعارف کروانا:

گیبریل کے مطابق آپ ﷺ سے قبل گھوڑوں کے باقاعدہ استعمال کا رواج نہ تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی فوج میں گھوڑوں کو کثیر تعداد میں شامل کیا۔[38]

اگر حقائق پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اگرچہ وقت کے ساتھ ساتھ فوج میں گھوڑے شامل کیے لیکن قریش کی فوج میں تو پہلی جنگ میں ہی گھوڑوں کی تعداد سو تھی جبکہ نبی کریم ﷺ کے لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے۔ اگر آپ ﷺ سے قبل گھوڑوں کا استعمال ایک فیصلہ کن حقیقت نہ تھی تو پھر قریش نے اپنے لشکر میں گھوڑوں کو

34. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* xxvi, xxvii.
35. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* 105.
36۔ محمد عبد الملک ابن ہشام، سیرت النبی ﷺ، مترجم: مولوی قطب الدین احمد محمودی (لاہور: اسلامی کتب خانہ س ن)، 431/2
37۔ نعمانی اور ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، 270/1
38. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* 41.

کیوں شامل کیا؟

4. دومۃ الجندل پر حملہ کو سیاسی رنگ دینا:

گبریل 626ء میں نبی کریم ﷺ کا مدینہ کے جنوب میں 350 میل دور واقع دومۃ الجندل کے نخلستان پر حملہ کو سیاسی رنگ دینے کی کوشش کرتا ہے کہ اس کا مقصد وہاں آباد بدوی قبائل کو مشرکین مکہ کے ساتھ فوجی اتحاد کرنے سے روکنا تھا۔[39]

گیبریل کا یہ مفروضہ بھی مغالطے پر مبنی ہے اس لیے کہ حملہ کا اصل مقصد دفاعی تھا۔ دراصل نبی کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی تھی کہ دومۃ الجندل میں ایک بہت بڑا لشکر جمع ہے جو مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے لہذا آپ ﷺ ایک ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر نکلے لیکن جب دومۃ الجندل کے قریب پہنچے تو کفار کا لشکر تتر بتر ہو گیا۔[40]

5. سرایا کو غربت دور کرنے کا ذریعہ قرار دینا:

گیبریل اپنی کتاب کے اکثر مقامات پر سرایا کو مال حاصل کرنے اور غربت دور کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے اور اس نقطہ نظر کو اس انداز سے پیش کیا ہے کہ گویا مسلمانوں کے پاس اس کے علاوہ معاش کا کوئی ذریعہ ہی نہ تھا نیز یہ کہ مسلمانوں میں نو مسلم غریب لوگوں کے ڈاکوؤں کے گروہ نے جنم لے لیا جن کا گزارہ ڈاکہ زنی پر ہوتا تھا۔[41]

دراصل یہ بات بھی مغالطے پر مبنی ہے مدینہ میں مہاجرین جو سب کے سب قریش تھے، ان کا پیشہ تجارت تھا جبکہ انصار زراعت پیشہ تھا چنانچہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے تجارتی مشاغل کا ذکر متعدد کتب میں موجود ہے۔ اسی طرح حضرت دحیہ کلبیؓ، حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کاروان تجارت لے کر شام جایا کرتے تھے۔ جبکہ باقی مزدوری بھی کرتے تھے اور ممکن ہے کہ کچھ رشتہ مؤاخات کی بنا پر انصار کے دست نگر بھی رہے ہوں۔ تاہم اس قلیل تعداد کے لیے لوٹ مار کو ذریعہ معاش قرار دینا درست نہیں۔ دوسری بات یہ کہ اکثر سرایا میں قافلوں سے کسی قسم کا کوئی تعارض نہ ہو سکا اور چند ایک سے جو مال حاصل بھی ہوا اس کو گزر بسر کی بنیاد قرار دینا تنگ نظری ہے۔[42]

6. یہودیوں کے لیے نرم پہلو:

گیبریل یہود کے لیے نرم گوشہ رکھتا ہے، اس کا اظہار غزوہ بنی نضیر و بنی قریظہ کے قتل کے اسباب سے متعلق اس کی تشریحات سے ہوتا ہے۔ ذیل میں اس کی وضاحت کی جاتی ہے:

---

39. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* 130.

40۔ ڈاکٹر ابو خلیل شوقی، اٹلس سیرت نبوی ﷺ، مترجم: حافظ محمد امین (لاہور: مکتبہ دار السلام، 2006)، 272

41. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* 73, 76, 77, 194.

42۔ ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی، اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر، مرتب: آصف اکبر (لاہور: بیت الحکمت، 2005)، 272-273

- گیبریل کا کہنا ہے کہ بنی نضیر نے آپ ﷺ کے قتل کی سازش نہیں کی تھی، اگر انھیں نبی پاک ﷺ کو قتل کرنا ہوتا تو براہ راست ایسا کر سکتے تھے، سر پر پتھر گرانے کی خفیہ کوشش سے اپنے اس عمل کو چھپانے کی ضرورت نہ تھی، نیز اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ آسمان سے اس سازش کی کی آگاہی کا بیان بھی مشتبہ ہے کیونکہ معمول کے مطابق وحی کی کیفیات کا ظہور حضور ﷺ پر نہیں ہوا لہذا ممکن ہے کہ یہ بیان (آیت) بعد میں کسی ایڈیٹر کی جانب سے اسحاق کی کتاب میں شامل کر دیا گیا ہو۔[43]

اس جگہ بھی گبریل کا تعصب نمایاں ہو رہا ہے کہ دوسرے مقامات پر تو سیرت اسحاق میں بیان کردہ اپنے مطلب کی آیات کو قبول کر لیتا جبکہ یہاں اس حکم وحی سے ہی انکار کر دیا۔ نیز قتل کی سازش سے انکار کسی طور پر بھی درست نہیں کیونکہ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ بنی نضیر میں سے دو افراد یامین بن عمیر اور ابو سعد بن وہب نے اسلام قبول کر لیا تھا پھر حضور ﷺ نے یامین سے کہا کہ تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے بھائی عمرو بن حجاش (پتھر گرانے پر مامور شخص) نے میرے ساتھ کیا ارادہ کیا تھا اس پر یامین نے ایک شخص کو کچھ دے دلا کر عمرو بن حجاش کو قتل کروا دیا۔[44]

اس سے معلوم ہوا کہ یہود نے واقعی قتل کی سازش کی تھی لہذا گیبریل کی مذکورہ بالا تشریحات قابل اعتناء نہیں۔

- بنی قریظہ پر حملہ اور ان کے قتل کو بے رحمی سے تعبیر کرتا ہے۔ روڈنسن کے حوالے سے لکھتا ہے کہ بنو نضیر کے سردار حی بن احطب کے اکسانے کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی سے انکار کر دیا اور اس پر سیرت ابن اسحاق سے ابو سفیان کے اس قول کو بطور دلیل پیش کرتا ہے:

"بنو قریظہ نے ہم سے عہد خلافی کی اور ایسی باتیں کیں جو ہم کو بہت ناگوار گزریں۔"[45]

- گیبریل نے اس جگہ سیرت سے متعلق بنیادی مصدر کو چھوڑ کر عصر حاضر میں سیرت پر لکھی گئی مغربی مصنف کی کتاب سے اس امر کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اصل مصدر میں اس واقعہ کی چھان بین نہیں کی یا تعصب نے اسے ایسا کرنے پر مجبور کر دیا۔ حالانکہ سیرت ابن ہشام میں ابن اسحق کے حوالے سے اس امر کا بیان موجود ہے کہ حی بن احطب بنی قریظہ کے سردار کعب بن احطب کو بہکاتا رہا یہاں تک کہ اس بات پر اس کو راضی کر لیا کہ اگر ہم یعنی قریش اور غطفان کے لوگ محمد ﷺ سے مغلوب ہو کر بھاگے تو تمہارے قلعہ میں آکر پناہ گزین ہو جائیں گے۔ کعب بن اسد نے اس بات کو منظور کر کے حی بن احطب سے اس بات پر عہد کر لیا اور حضورؐ سے عہد کو

43. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* 127.

44۔ ابن ہشام، سیرت النبی ﷺ، مترجم: مولوی قطب الدین، 3/56-57

45. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* 39-40.

توڑ ڈالا۔[46]

بنی قریظہ کی بدعہدی اور جنگ مول لینے کا بیان درج ذیل حدیث میں بھی مذکور ہے:

حَارَبَتْ النَّضِيرُ وَقُرَيْظَةُ فَأَجْلَى بَنِي النَّضِيرِ وَأَقَرَّ قُرَيْظَةَ وَمَنَّ عَلَيْهِمْ حَتَّى حَارَبَتْ قُرَيْظَةُ فَقَتَلَ رِجَالَهُمْ وَقَسَمَ نِسَاءَهُمْ وَأَوْلَادَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا بَعْضَهُمْ لَحِقُوا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآمَنَهُمْ وَأَسْلَمُوا وَأَجْلَى يَهُودَ الْمَدِينَةِ كُلَّهُمْ بَنِي قَيْنُقَاعَ وَهُمْ رَهْطُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ وَيَهُودَ بَنِي حَارِثَةَ وَكُلَّ يَهُودِ الْمَدِينَةِ[47]

"بنی نضیر اور بنی قریظہ نے جنگ کی، تو بنی نضیر کو جلاوطن کر دیا گیا اور بنی قریظہ پر احسان کر کے ان کو رہنے دیا گیا لیکن انہوں نے دوبارہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے لڑائی کی تو مسلمانوں نے ان کے مردوں کو قتل کر دیا اور عورتوں اور بچوں اور مال واسباب کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا مگر جو لوگ کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ مل گئے یعنی مسلمان ہو گئے وہ باقی رہ گئے باقی مدینہ کے تمام یہودیوں کو جو بنی قینقاع یعنی عبداللہ بن سلام کی قوم والے تھے اور بنی حارثہ کے یہودیوں کو جو بھی یہودی مدینہ میں تھے سب کو نکال دیا۔"

نیز جہاں تک ابوسفیان کے قول کا تعلق ہے تو دراصل وہ نعیم بن مسعودؓ کی مشرکین اور یہود میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کا نتیجہ تھا نہ کہ بنی قریظہ کی محمد ﷺ سے بدعہدی نہ کرنے کا۔ "نعیم بن مسعودؓ دراصل غطفانی رئیس تھے جن کو قریش اور یہود دونوں مانتے تھے، وہ اسلام لا چکے تھے لیکن کفار کو اس کا علم نہ تھا۔ انہوں نے دونوں سے الگ الگ جا کر ایسی باتیں کیں جن سے دونوں میں پھوٹ پڑ گئی۔[48]

7. تعصب کی بنا پر بعض حقائق کی تردید:

گیبریل کے تعصب کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک طرف اپنی کتاب کے مقدمہ میں سیرت ابن اسحق کو قابل اعتماد ذریعہ اور عہد نبوی سے قریب تر قرار دیتا ہے اور احادیث کے سلسلے میں بھی اس پر اعتماد کرتا ہے[49] لیکن دوسری ہی جانب اس کی بعض معلومات پر اعتراض کرتے ہوئے اسے مسلمانوں کا پروپیگنڈہ قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ غزوہ احزاب کے موقع

46۔ ابن ہشام، سیرت النبی ﷺ، مترجم: مولوی قطب الدین، 66/3

47۔ أبو عبداللہ محمد بن إسماعيل بخاري، صحيح البخاري (بیروت: دار طوق النجاة، 1422)، کتاب المغازی، باب: حدیث بنی النضیر، ومخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إليهم في دية الرجلين، وما أرادوا من الغدر برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: 3804، 1478/4.

48۔ نعمانی اور ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، 267/1

49. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* xxvii.

پر خیبر کے یہودیوں کا قریش کو جنگ پر آمادہ کرنے کی حقیقت سے انکار کرتا ہے۔[50] اس طرح یہودیوں پر مسلمانوں کے حملے کو ظلم سے تعبیر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جبکہ فتح الباری میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ بنی نضیر کے قتل کے بعد اس کا سردار حی بن احطب اور کنانہ بن ربیع وغیرہ مکہ گئے اور قریش کو مسلمانوں کی لڑائی کی طرف رغبت دلائی پھر بنی غطفان کے پاس گئے اور ان کو لالچ دیا کہ محمد ﷺ کے ساتھ لڑائی کی شرط پر خیبر کا نصف محاصل ان کو دیا کریں گے۔[51]

8. گیبریل کا تضاد:

ایک طرف گیبریل اس بات پر زور دیتا ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک عظیم جرنل تھے جو کافی جنگی شعور رکھتے تھے[52] اور پھر یہ کہنے میں بھی جھجھک محسوس نہیں کرتا کہ محمد ﷺ میں جنگی تجربہ کی کمی تھی یہی وجہ ہے کہ میدان بدر میں جنگی تدبیر کا استعمال کیے بغیر تیزی سے قریبی چشمے کے قریب پڑاؤ ڈال دیا اور باقی کنویں قریش مکہ کے لیے چھوڑ دیئے۔ پھر ایک انصاری صحابی حباب بن المنذر رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر آگے بڑھے اور باقی کنوؤں پر بھی قبضہ کیا تاکہ مکی فوج کو پینے کے لیے کچھ نہ مل سکے۔[53]

9. حقائق کو مسخ کرنا:

- غزوہ بدر سے قبل نبی ﷺ نے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک سریہ وادی نخلہ کی جانب بھیجا تاکہ قریش کی سرگرمیوں پر نظر رکھی جاسکے۔ یہ جماعت قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ دوبدو ہوگئی۔ جس کے باعث قریش کا ایک معزز آدمی عبداللہ بن الحضرمی مارا گیا اور یہ جماعت اس قافلے کے مال اور دو قیدیوں سمیت مدینہ لوٹ آئی۔ یہ واقعہ رجب (مقدس مہینہ جس میں جنگ کرنا ممنوع تھا) کے آخری دنوں میں پیش آیا۔ سریہ عبداللہ بن جحش سے متعلق اپنا تجزیہ پیش کرتے ہوئے گیبریل لکھتا ہے کہ نبی ﷺ کو عرب کے اس قانون کی خلاف ورزی کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ نیز منٹگمری واٹ کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ دو سو میل دور آٹھ آدمیوں پر مشتمل جماعت کو صرف نظر رکھنے کی غرض سے نہیں بھیجا گیا بلکہ محمد ﷺ نے درحقیقت کمانڈر کو کاروان پر حملہ کرنے اور حسب ضرورت خون بہانے کی ہدایات کی ہوں گی۔[54]

جبکہ سیرت ابن اسحٰق جس پر گیبریل سب سے زیادہ اعتماد کرتا ہے اس میں یہ صراحت موجود ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی اس حرکت پر ملامت کی۔ جیسا کہ ابن ہشام سیرت ابن اسحٰق کے حوالہ سے آپ ﷺ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

ما امرتكم بقتال في الشهر الحرام۔

---

50. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* 132.

51۔ احمد بن علی بن حجر العسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، تحقیق: شعیب الارنوط (بیروت: دار الرسالۃ العالمیۃ 2013)، 239/20

52. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* xviii-xix.

53. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* 95.

54. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* 83-84.

"میں نے تمہیں ماہ حرام میں کسی جنگ کا تو حکم نہیں دیا۔"[55]

اس کے بعد آنحضور ﷺ نے دونوں قیدیوں کو بھی آزاد کیا اور مقتول کا خون بہا بھی ادا کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ گیبریل نے بعض حقائق کو جان بوجھ کر مسخ کیا ہے۔

- گبریل برملا کہتا ہے کہ یہ حقیقت ہے کہ محمد ﷺ کے زمانہ سے قبل سرزمین عرب جنگ اور ایسے جنگجوؤں سے پاک تھی جو معمولی بہانوں کے پیش نظر ایک دوسرے کو قتل کرتے ہوں۔ عرب کے لوگ لوٹ مار کے لیے حملہ کرتے تھے جسے حقیقی معنوں میں "جنگ" سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کا مقصد چوری کرنا تھا نہ کہ مارنا۔ یوں یہ حملے حقیقی لڑائی سے زیادہ محض تفریح اور کھیل تھیں۔ ساتھ ہی یہ جنگیں شاذ و نادر ہی طویل عرصے تک جاری رہتی تھیں۔ نیز گیبریل کا یہ بھی دعوی ہے کہ عرب کے لوگ نہ تو زخمیوں کو قتل کرتے تھے اور نہ ہی قتل کے ظالمانہ طریقے اختیار کرتے تھے۔ یوں زمانہ جاہلیت کی جنگیں اپنے دائرہ کار اور بربریت کے لحاظ سے محدود تھیں۔[56]

گبریل نے مذکورہ بالا صراحت کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا اور حقائق سے سرمو انحراف کیا ہے۔ یہ امر بالکل واضح ہے کہ عرب کے لوگ معمولی معمولی باتوں پر جنگ کرنے کے عادی تھے سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں ایسی جنگوں کی مثالیں موجود ہیں جو محض معمولی بات پر شروع ہوئیں اور کئی نسلوں تک جاری رہیں جیسا کہ جنگ بسوس جو کہ بنی بکر اور بنی تغلب کے درمیان اس بات پر ہوئی کہ اول الذکر قبیلہ کی "بسوس" نامی عورت کا اونٹ بنی تغلب کی چراگاہ میں چلا گیا تو اس بات پر جنگ چھڑ گئی جو چالیس سال تک جاری رہی۔ اسی طرح "جنگ داحس و غبرا" جو کہ قبیلہ مضر کی دو شاخوں قبیلہ ذبیان اور عبس کے مابین گھڑ دوڑ میں مسابقت کے دعوی کے نتیجہ میں رونما ہوئی۔ اسی طرح مضر کے دوسرے قبائل قریش اور کنانہ میں بھی مستقل جنگیں رہیں ہیں جن کو "حرب فجار" کہا جاتا ہے۔[57] اس صراحت کی روشنی میں گیبریل کا یہ دعوی کرنا قطعاً درست نہیں کہ عرب قبل از اسلام لڑائی سے پاک تھا اور یہ کہ معمولی باتوں پر جنگ کا رواج نہ تھا۔

نیز جہاں تک ظلم و بے رحمی سے قتل نہ کرنے کا تعلق ہے تو یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ کتب احادیث و سیر سے اس قسم کے واقعات کی تائید ہوتی ہے جن کی رو سے اہل عرب اپنے دشمنوں کو نہایت سفاکی و بے دردی سے قتل کر دیتے تھے۔ علامہ شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی کی سیرت النبی ﷺ میں اس کا ذکر موجود ہے کہ قتل کے ان طریقوں میں آگ میں زندہ جلا دینا جیسا کہ عرب کے بادشاہ عمرہ بن ہند نے اپنے بھائی کے قتل کے

55۔ ابن ہشام، سیرت النبی ﷺ، مترجم: مولوی قطب الدین، 254/2

56. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* 25-27.

57۔ ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی، تاریخ عربی ادب، (لاہور: پرنٹ لائن پبلشرز، س ن) 1-2/34-35

بدلے حمراء نامی ایک بڑھیا اور ایک شخص عمار کو زندہ آگ میں ڈال دیا۔ اسی طرح حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کر دینا، اور مردوں کے مثلہ کے ساتھ ساتھ زندہ لوگوں کے ہاتھ پاوں کاٹ ڈالتے تھے تاکہ وہ تڑپ تڑپ کر مر جائیں۔[58]

10. ذاتی، نظریاتی اور سیاسی انتقام کا الزام

1) یہودی شعراء سے ذاتی انتقام لینے کا الزام:

گیبریل اس بات پر زور دیتا ہے کہ نبی کریم ﷺ آسانی سے اپنی ہجو اور توہین برداشت کرنے والے آدمی نہیں تھے اس لیے کعب بن اشرف [59] ابو عفک اور عصماء بنت مروان[60] کو قتل کروا دیا۔

اس ضمن میں چند باتوں کی صراحت ذیل میں کی جاتی ہے:

- کعب بن اشرف یہودیوں میں سے وہ شخص تھا جو مشرکین مکہ کی آتش انتقام بھڑکانے اور نبی ﷺ کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے اشعار کہتا تھا۔ چونکہ وہ میثاق مدینہ کی رو سے مسلمانوں کا خلیف تھا، اس حرکت کے باعث اس نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور غداری کا مرتکب ہوا۔ دوسری جانب اس نے اپنے اشعار کا موضوع مسلم خواتین کو بنا کر ان کے متعلق مکروہ اشعار لکھے اور فتنہ و فساد کو جنم دیا اور اسی فساد کو رفع کرنے کے لیے اس سے پیشتر بنی قینقاع کو ملک بدر کیا گیا تھا۔ یوں کعب کی ہر حرکت غداری کے مترادف تھی۔ اسی وجہ سے اس کے قتل کا اقدام کیا گیا نہ کہ ذاتی انتقام کی غرض سے۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں غداری کی درج ذیل تعریف کی گئی ہے:

> "Treason, a general term for the crime of attacking the safety of a sovereign State or its head."
>
> "غداری کی اصطلاح کسی خود مختار ریاست یا اس کے سربراہ کی سلامتی پر حملہ کرنے کے جرم سے متعلق ہے۔"[61]

نیز یہ بھی کہ اس جرم کی سزا رومی قانون سے لے کر انگلینڈ کے قانون تک زمانہ پتھر سے موت ہی چلی آ رہی ہے۔[62] چونکہ کعب بن اشرف بھی اسی جرم کا مرتکب ہوا تھا اس لیے اس کا قتل بھی ریاست کی سلامتی کے لیے

58۔ نعمانی اور ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، 350/1

59. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* 107.

60. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* 129.

61. Craies, William Feilden, "Treason", Encyclopedia Britannica: A new survey of universal knowledge (London: Encyclopaedia Britannica Limited, 1946), 22/435-436, https://archive.org/details/in.ernet.dli.2015.13311/page/n495/mode/1up

62. Craies, William Feilden, "Treason", Encyclopedia Britannica: A new survey of universal knowledge, 22/435-436

ضروری امر تھا۔ لہذا اس کو ذاتی انتقام کے لبادے میں پیش کرنا درست نہیں۔

- جہاں تک عصماء بنت مروان کے قتل کا تعلق ہے تو صرف ابن اسحق اور ابن سعد نے اس کا تذکرہ کیا ہے جبکہ ابن جوزی، ابن عدی اور البانی نے اس واقعہ کو موضوع قرار دیا ہے۔

مذکورہ بالا حقائق سے قطع نظر اس امر کو سمجھنے کی بھی ضرورت ہے کہ اگر مذکورہ بالا افراد کے قتل کا حکم بھی دیا گیا تو اس کا مقصد کبھی بھی ذاتی انتقام نہیں ہو سکتا، اگر ذاتی انتقام ہی حضور ﷺ کے پیش نظر ہوتا تو سفر طائف کے موقع پر اہل طائف کی ایذا رسانیوں پر جب جبریل امین علیہ السلام نے ان کو تباہ کرنے کی اجازت چاہی تو آنحضور ﷺ نے عفو و در گزر سے کام لیتے ہوئے منع کر دیا۔ دراصل اس حکم کی غرض دین اسلام کو داغدار ہونے سے بچانا تھا۔ اس لیے کہ جو ذات دین لے کر آئی ہے اس کے داغدار ہونے کا مطلب پورے دین کا داغدار ہونا ہے۔ حکم قتل کے پیچھے یہی غرض پوشیدہ تھی۔

2) فتح مکہ کے موقع پر سیاسی، نظریاتی اور ذاتی انتقام:

گیبریل باب نمبر 10 کے اختتام پر روڈنسن کے حوالے سے لکھتا ہے کہ اگرچہ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے قتل اور لوٹ مار کرنے سے منع کیا تھا تاہم ذاتی انتقام سے گریز کرنے کا وعدہ نہیں کیا تھا، لہذا نبی ﷺ نے مرتدین، ہجو کہنے والی لڑکیوں اور عکرمہ کے قتل کا حکم دیا اور یہ قتل سیاسی و نظریاتی ضروریات کے ساتھ خالصتاً ذاتی انتقام پر مبنی تھا۔[63]

دراصل علامہ شبلی نعمانی نے اس حوالے سے سیر حاصل بحث کی ہے۔ ان کے نزدیک ہجو کرنے والی لڑکیوں کے قتل کا بیان محدثانہ تنقید کی رو سے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح کی روایتیں صرف ابن اسحق تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہیں یعنی اصول حدیث کی رو سے ایسی روایات منقطع ہیں اور قابل اعتبار نہیں۔[64]

باقی لوگوں کے قتل کا بیان بھی درست نہیں اس لیے کہ بخاری شریف میں صرف ابن اخطل کے قتل کا ذکر ہے[65] جو کہ قصاص کے عوض قتل کیا گیا تھا۔ تاہم اس کا ایک راوی احمد بن فضل ہے جس کو ازدی نے منکر الحدیث کہا ہے جبکہ دوسرا راوی اسباط بن نصر ہے جس کے متعلق امام نسائی کا کہنا ہے کہ "وہ قوی نہیں ہے"۔ اگرچہ اس قدر جرح کسی روایت کے غیر معتبر ہونے کے لیے کافی نہیں لیکن چونکہ یہ واقعہ اہم ہے اس لیے اس قدر جرح بھی روایت کے مشکوک ہونے کے لیے کافی ہے۔[66]

جہاں تک عکرمہ کے قتل کا تعلق ہے تو موطا امام مالک میں اس امر کی تصریح ہے کہ وہ قتل نہیں کیے گئے تھے بلکہ بھاگ کر یمن چلے گئے تھے پھر ان کی زوجہ ام حکیم یمن گئیں اور ان کو اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہو گئے اور مکہ

---

63. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam's First Great General,* 176-177.

64۔ نعمانی اور ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، 318/1

65 بخاري، صحیح البخاری، أبواب الإحصار وجزاء الصيد، باب: دُخُولِ الحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ، حدیث: 1739، 655/2.

66۔ نعمانی اور ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، 318/1-319

واپس آ گئے۔ آپ ﷺ نے جب اس کو دیکھا تو فرط مسرت سے ان کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس تیزی سے ان کی طرف بڑھے کہ جسم مبارک پر چادر تک نہ تھی پھر ان سے بیعت لی۔[67]

اس ضمن میں امام ابو داؤد کی ایک روایت بھی موجود ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ چار اشخاص کو کہیں امن نہیں دیا جا سکتا[68] اس کے متعلق علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ ابو داؤد نے اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس روایت کی سند جیسی چاہئیے مجھ کو نہیں ملی۔[69] لہذا کسی بنا پر بھی یہ کہنا درست نہیں کہ ذاتی، سیاسی یا نظریاتی انتقام کی غرض سے نبی ﷺ نے لوگوں کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔

11. تلوار کے زور سے قبول اسلام پر مجبور کرنا:

گیبریل نے فتح مکہ کے بعد نازل ہونے والی سورۃ توبہ کی آیات السیف (1 تا 6) کے لیے " تلوار کے ذریعے قبول اسلام" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ گبریل اس ضمن میں لکھتا ہے:

> "It is of interest that the promulgation of the Surat al.Tawbah is the only example of Muhammad forcing " conversion by the sword" [70]

> "یہ دلچسپی کی بات ہے کہ سورہ توبہ کا اجراء محمد ﷺ کی سزائے موت کے تحت" تلوار کے ذریعے تبدیلی" پر مجبور کرنے کی واحد مثال ہے۔"

گیبریل اس بات کو تو تسلیم کرتا ہے کہ محمد ﷺ کی زندگی میں یہ اس طرح کی پہلی مثال ہے تاہم اس کا" تلوار کے ذریعہ تبدیلی" کی اصطلاح کا استعمال درست نہیں، اس لیے کہ یہ حکم عذاب استیصال کے طور پر تھا۔ اس حوالے ڈاکٹر اسرار احمد نے آیات کے تحت جن آراء کا اظہار کیا ہے ان کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

> "اللہ کی یہ سنت رہی ہے کہ جب بھی کسی قوم کی جانب رسول بھیجا جاتا ہے اور وہ دعوت کے سلسلے میں اتمام حجت کر دے پھر اگر وہ قوم اپنے رسول کی دعوت کو رد کر دے تو اس پر عذاب استیصال مسلط کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قوم نوح، قوم ھود، قوم صالح، قوم شعیب، قوم فرعون وغیرہ پر یہ عذاب آیا تھا۔ یہ آیت بھی اس عذاب استیصال کے قائم مقام ہے۔ تاہم اس کے اطلاق سے قبل

67۔ امام مالک بن انس، الموطا، (کراتشی: مکتبۃ البشری، 2011)، کتاب النکاح، باب ماجاء فی نکاح المشرک اذا اسلمت زوجتہ قبلہ، حدیث: 1115، 29/3

68۔ سلیمان بن اشعث السجستانی، السنن لامام ابی داود (القاھرۃ: دار التاصیل، 2015)، کتاب الجہاد، باب قتل الاسیر ولایعرض علیہ الاسلام، حدیث: 2671، 490/4

69۔ نعمانی اور ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، 318/1

70. Richard A. Gabriel, *Muhammad: Islam’s First Great General,* 202.

مشرکین کو یہ آخری تجویز دی گئی کہ چار ماہ کی مہلت میں اسلام لے آؤ ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔ یوں ان کے لیے یہ آپشن موجود تھا کہ وہ چاہیں تو جزیرہ عرب سے باہر بھی جا سکتے ہیں۔ پھر اگر اس کے باوجود بھی کوئی پناہ طلب کر لے تو فوری طور پر اس کو مجبور نہیں جائے گا بلکہ اسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیا جائے گا، اس لیے کہ شاید انہوں نے سنجیدگی سے سوچا ہی نہیں کہ دعوت کیا ہے۔"[71]

مذکورہ بالا صراحت کی روشنی میں یہ معلوم ہوا کہ مشرکین کو کسی طور پر بھی مجبور نہیں کیا گیا بلکہ ان کے پاس جزیرہ عرب سے باہر چلے جانے کا بھی موقع موجود تھا نیز پناہ طلب کرنے کی صورت میں دعوت پر نظر ثانی کرنے کا بھی۔ لہذا یہ کہنا کہ تلوار کے زور سے قبول اسلام پر مجبور کیا گیا قطعاً درست نہیں۔

خلاصہ کلام

مختصر یہ کہ گیبریل ایک امریکی فوجی تاریخ دان ہے جس نے "محمد ﷺ اسلام کے پہلے عظیم جرنل" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں آپ ﷺ کی فوجی کاروائیوں کو انسر جنسی سے تعبیر کیا ہے۔ اس نے اسلامی جنگوں کی اصل روح کو سمجھے بغیر اپنے فوجی تجربہ کی روشنی میں ان کی تشریحات پیش کی ہیں اور نتائج اخذ کیے ہیں۔ اس کے غلط نتائج کی بنیاد کافی حد تک اس بات پر منحصر ہے کہ اس نے اسلامی تاریخ اور سیرت محمدی ﷺ پر اکثر ایسے مغربی مصنفین کی کتابوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ تشریحات پیش کی ہیں جن کی تصانیف کے متعلق یہ بات ثابت شدہ ہے کہ وہ اسلام اور رسول ﷺ سے متعلق زہریلی باتوں، تعصب اور طعن واستہزاء سے بھری ہوئی ہیں۔ گیبریل دیگر مستشرقین سے کچھ کم نہیں۔ ایک طرف وہ یہودیوں کے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتا ہے اور دوسری طرف اس نے تعصب اور تضاد سے کام لیتے ہوئے بعض حقائق سے یا تو بالکلیہ انکار کر دیا ہے یا ان کو مسخ کر کے ایسی صورت میں پیش کیا ہے جن کا واقعیت سے کوئی تعلق نہیں۔

71۔ ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن، مرتب: حافظ خالد محمود خضر (پشاور: خدام القرآن، 2011)، 3/257-263